کنزالایمان کا مطالعہ بدائع معنوی کے تناظر میں

پروفیسر دلاور خان

جوائنٹ سکریٹری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

نائب مدیر معارفِ رضا کراچی

واٹس ایپ نمبر: +923222413267

ای میل ایڈریس: prof.dilawarkhan@yahoo.com

کنزالایمان کا مطالعہ بدائع معنوی کے تناظر میں

پروفیسر دلاور خاں

قرآن مجید اپنی ادبی لطافت و محاسن اور اعلیٰ ترین فصاحت و بلاغت کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ جب اسلام کا دائرہ کار وسیع ہوا اور اہل عجم نے اسلام قبول کرنا شروع کیا ان کی زبان عربی نہ ہونے کی وجہ سے وہ قرآن حکیم کے اس ابدی معجزے کی لطیف ترین نزاکت کلام اور ادبی محاسن کے ادراک سے قاصر رہے اس طرح قرآن کے اس جمالیاتی پہلو سے فیض یاب ہونے کے لیے انہیں قدم قدم پر دقتوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس ادبی کم مائیگی کے ساتھ جب انہوں نے قرآن کریم کے تراجم اور تفاسیر تحریر کیں تو معنی کچھ کے کچھ ہو گئے۔ یہ صورتِ حال اسلام کے لیے بڑا چیلنج تھی اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے اسلام کے اہلِ فکر و دانش نے کوشش کی کہ ان میں ادبی لطافتوں اور نزاکتوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور ذوق و شوق پیدا کیا جائے اس ضرورت کے پیش نظر انہوں نے قرآنی بلاغت پر قلم اٹھایا۔ ابتداء میں یہ ایک مقالہ کی صورت میں تھے لیکن دیکھتے ہی دیکھتے قرآنی بلاغت پر غیر عربی زبان میں بحر بے کنار تیار ہو گیا۔ بلاغت کا تعلق علم بیان علم معانی اور علم بدیع سے ہے۔

لغوی لحاظ سے ''ابداع'' کسی کی تقلید اور اتباع کے بغیر کسی شے کو ایجاد کرنا کہلاتا ہے۔ خواہ وہ نادر اصول ہو یا قاعدہ، دریافت ہو یا تخلیق، تفرد ہو یا تحقیق جس کی مثال سابقہ یا موجودہ دور میں نہیں ملتی ہو۔ لغوی لحاظ سے اس کا اطلاق مختلف علوم و فنون میں مختلف انداز سے کیا جاتا ہے جیسے ادب میں اسے ''علم بدیع'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ نثر یا بیت میں انوکھی اور نادر شے کے ذریعے اس میں دل کشی اور جاذبیت پیدا کی جائے۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں بدیع سے مراد وہ علم ہے جس میں کلام کو دل کش اور جاذب بنانے کے گر کا تذکرہ ہو اور کلام کی ان خوبیوں کو صنائع و بدائع کہتے ہیں بدائع معنوی سے کلام کے معنی میں حسن پیدا کیا جاتا ہے جبکہ صنائع لفظوی کا تعلق محض الفاظ سے ہے۔

ابن ابی الاصبع نے اس کے بیان میں مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس نے اس کتاب میں ایک سو انواع کے قریب قرآن کے بدائع بیان کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

مجاز، استعارہ، کنایۃ، ترادف، تمثیل، تشبیہ، ایجاز، اتساع، اشارۃ، مساوات، بسط، ایغال، تشریع، تّیم، اتضاح، نفی الشی بایجابہ، تکمیل، احتراس، استقصآء، تذئیل، زیادۃ، تردید، تکرار، تفسیر، مذہب کلامی، قول بالموجب، مناقصہ، انتقال، اسجال، تسلیم، تمکین، توشیح، تسہیم، ردالعجزعلی الصدر، متشابہ الاطراف، لزوم مالا یلزم، تحیئر، ایہام یعنی توریہ، استخدام، استثناء اقتصاص، ابدال، تاکید المدح بمایشبہ الذم، تفویف، تغائر، تقسیم، تدبیج، تنکیت، تجرید، تعدید، ترتیب، ترق، تدلی، تضمین، الجناس، جمع وتفریق، جمع وتقسیم، جمع مع التفریق والتقسیم، جمع الموتلف

والمختلف، حسن النسق، عتاب المرء نفسه، اور اس کے برعکس عنوان، فوائد، قسم، لف ونشر، مشاکلت، مزاوجۃ، موازنۃ، مراجعۃ تزاعت، ایداع، مقارنۃ، حسن الابتداء، حسن الختام، حسن التخلص، مبالغۃ، مطابقت، مقابلۃ اور استطراد۔ (۱)

اس تناظر میں ایک مترجم کے لیے نہایت ضروری ہے کہ وہ فن بلاغت پر کامل واکمل عبور رکھتا ہو۔ تاکہ وہ ترجمے کے ذریعے قرآنی بلاغت کو اپنی مطلوبہ زبان میں منتقل کر سکے۔ اگر مترجم اس فن سے محروم ہے تو اس کا ترجمہ بھی جمالیاتی ذوق کا حامل نہیں ہوگا۔ اردو مترجمین کا اگر اس تناظر میں مطالعہ کیا جائے تو ہمیں صرف مولانا احمد رضا خاں ہی کی شخصیت دکھائی دیتی ہے جو نہ صرف السنہ کے ماہر ہی نہیں بلکہ قادر الکلام شاعر بھی ہیں آپ کی فن بلاغت پر گیرائی و گہرائی کی ایک جھلک بدیع الرضا فی مدح المصطفیٰ، کلام رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ اور فنِ شاعری اور حسان الہند کے مطالعہ سے عیاں ہوتی ہے آپ کی فن بلاغت پر گرفت کا یہ عالم ہے کہ آپ اردو، عربی اور فارسی نثر و نظم میں اسے ایسے برتتے ہیں جیسے وہ آپ کی مادری زبان ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رضا نے کنزالایمان میں بدائع معنوی کی اکثر صنعات کو خوب برتا ہے ان تمام صنعات کا اس مختصر سے مقالے میں احاطہ کرنا ممکن نہیں بطور نمونہ چند صنعات کا انتخاب کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

صنعت ارصاد:

ارصاد کے لغوی معنی ''نصیب الرقیب فی الطریق'' کے ہیں اصطلاح بلاغت میں نثر وبیت میں کلمہ آخر سے قبل ایسا لفظ لانا جو اس حقیقت کی طرف نشان دہی کرے کہ نثر یا بیت کا قافیہ یہ ہوگا ارصاد کہلاتا ہے کلام میں جو لفظ کلمۂ آخر سے قبل آتا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس بیت کا قافیہ یہ ہوگا اور اس نثری جملے کا لفظ آخر یہ ہوگا۔

مثال اوّل: وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ (۲)

اس آیت کریمہ کا پہلا جزو ''وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ'' جو آخر جزو ''اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ'' کے لیے ارصاد ہے ظَلَمَهُمْ بتارہا ہے کہ آیت کا آخری لفظ يَظْلِمُوْنَ ہی ہوگا۔

مذکورہ آیت فن بلاغت میں بدائع معنوی کی صنعت ارصاد کا منہ بولتا ثبوت ہے اس کا وہی ترجمہ مناسب ہوگا جس میں صنعت ارصاد کی عکاسی کی گئی ہو اور اس نکتہ کی معرفت صرف اس مترجم قرآن کو حاصل ہوگی جو علم بلاغت میں بدائع معنوی کی صنعت ارصاد پر مکمل و کامل عبور رکھتا ہو۔

مولانا احمد رضا خاں اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے دکھائی دیتے ہیں: ''اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا، ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

آپ نے صنعت ارصاد کی عکاسی کے لیے سب سے پہلے ترجمے کو ''کوما'' لگا کر دو حصوں میں تقسیم کیا جو صنعت ارصاد کے عملی اطلاق کے لیے نہایت ضروری ہے:

الف: پہلا حصہ، اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہ کیا۔

ب: آخری حصہ، ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اس طرح اس ترجمے کا پہلا حصہ اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا آخری حصے ہاں وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے کے لیے ارصاد ہے۔ ان پر ظلم نہ کیا بتا رہا ہے کہ اس ترجمے کے آخر میں ہوگا کہ انہوں نے خود ظلم کیا۔ اس ترجمے کا یہ وصف اجاگر ہو کر سامنے آیا کہ اگر آیت صنعت ارصاد کی عکاسی کرتی ہے تو اس کا ترجمہ بھی اسی صنعت ارصاد کی غمازی کر رہا ہے آپ نے اس صنعت سخن کو ترجمے میں خوب برت کر اس میں دل کشی اور جاذبیت کو دوام بخشا۔

مثال دوم: لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ۔ (۳)

اس آیت کا پہلا حصہ ''لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ'' آخری حصے ''وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ'' کے لیے ارصاد ہے۔ آپ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ: '' نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال '' اس ترجمہ میں ''نہ یہ انہیں حلال'' سے اشارہ ملتا ہے کہ اگلا فقرہ یہ ہوگا کہ نہ وہ انہیں حلال۔ یہ آیت بھی فن بلاغت میں بدائع معنوی کی صنعت ارصاد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے بھی صنعت ارصاد کو ترجمے میں خوب برتا اور صنعت ارصاد کی حامل آیت کا ترجمہ بھی صنعت ارصاد کے ہی تحت کیا ہے۔

صنعت ایہام:

ایک لفظ بولا جائے اس کے دو معنی ہوں ایک قریب اور دوسرا بعید، بعیدی معنی ہی مراد لینا ایہام کہلاتا ہے۔ زمخشری کے مطابق: ''علم بیان میں توریہ سے بڑھ کر دقیق، لطیف اور نافع متشابہات کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول کی تاویل کر سکنے میں اعانت کر دینے والا اور کوئی باب نظر ہی نہیں آسکتا''۔ (۴)

(1) اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ (۵)

رصد کا ایک معنی گھات لگا کر بیٹھنا اور دوسرے معنی نگرانی کے ہیں۔ اس آیت میں مرصاد کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے اور اللہ تعالیٰ گھات لگانے سے پاک و مبرّہ ہے کیوں کہ گھات دراصل اس کمین گاہ کو کہتے ہیں جہاں شکاری یا دشمن کے انتظار میں بیٹھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو گھات لگانے کی ضرورت نہیں۔ اکثر اردو مترجمین نے یہاں مطلقاً لغوی معنی پر انحصار کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا۔ آخر اس کوتاہی کی کیا وجہ ہے؟ بادی النظر میں اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے وہ تمام مترجمین ادیب و شاعر نہیں اس لیے وہ بلاغت کے بدائع معنوی کے ادراک سے کورے ہیں اور مطلق لغت پر انحصار کر بیٹھے۔

ایسے مترجمین کے چند اردو تراجم ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں

(۲)۔ تمہارا پروردگار بے شک گھات میں ہے

(۳)۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے

(۴)۔ بے شک تیرا خداوند گھات میں رہتا ہے

مولانا احمد رضا خاں ایسے مترجم ہیں جو شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی، ماہر فنِّ بلاغت بھی اور لغت بھی، یہی آپ کا طرہ امتیاز ہے کہ آپ بدائع معنوی کی صنعت ایہام پر کامل و مکمل عبور رکھتے ہیں اس لیے آپ نے صنعت ایہام کو کنزالایمان میں کئی مقام پر بر موقع بر محل برتا۔ جس کی ایک مثال زیر مطالعہ آیت کا ترجمہ بھی ہے جس میں رصد کے دونوں معنی گھات اور نگراں آپ کے پیش نظر ہیں۔ رصد کے قریبی معنی ''گھات'' اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں اس لیے ترجمے میں اس سے صرف نظر برتا۔ جبکہ بعیدی معنی ''نگراں'' مراد لینے میں دل کشی، جاذبیت اور معنویت جیسی ادبی خصوصیات کا اظہار ہو رہا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعیدی معنی مراد لیے ہیں ملاحظہ ہو:

''بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں''

یہ ترجمہ بھی صنعت ایہام کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(2) قُلِ اللّٰهُ اَسۡرَعُ مَكۡرًا۔(٦)

مکر کے دو معنی ہیں حیلہ اور خفیہ تدبیر۔ اس آیت ''مکر'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے اللہ تعالیٰ حیلہ کرنے سے پاک ہے اکثر مترجمین نے یہاں پر مطلقاً لغوی معنی پر انحصار کرتے ہوئے حیلہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اور بعیدی معنی خفیہ تدبیر سے صرفِ نظر برتا جس سے ثابت ہوتا ہے مترجمین فن بلاغت کے بدائع معنوی سے نابلد ہیں اسی لیے مطلقاً لغت پر انحصار کر رہے ہیں اور حیلے جیسے لفظ کو اللہ تعالیٰ سے نسبت دینے کے مرتکب ہوئے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ایسے مترجمین کے چند تراجم ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ کہہ دے اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے۔

(۲)۔ اے پیغمبر کہہ دے اللہ کی چال تیز ہے۔

(۳)۔ ان سے کہو اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کے پیش نظر ''مکر'' کے دونوں معنی حیلہ سازی اور خفیہ تدبیر ہیں۔ آپ نے مکر کے قریبی معنی حیلہ سازی سے صرفِ نظر کیا کیوں کہ حیلہ سازی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا ایمان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے جب کہ آپ نے بعیدی معنی خفیہ تدبیر مراد لیے جس سے تقدیس الٰہی کا درس ملتا ہے ''تم فرماد و اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلدی ہو جاتی ہے''۔

یہ ترجمہ فن بلاغت میں بدائع معنوی کی صنعت ایہام کے اطلاق کا عملی ثبوت ہے۔

(3) نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ۔(٧)

نسیٔ کے دو معنی ہیں پہلا قریبی معنی ہے بالارادہ اور بے ارادہ بھول جانا جبکہ دوسرا بعیدی معنی ہے نظر انداز کرنا اور چھوڑنا۔ اس آیت میں نسیٔ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے اس کے قریبی معنی ''بھولنا'' اللہ تعالیٰ کے لیے لینا محال ہے جبکہ اللہ

تعالیٰ بھولنے سے پاک سے اکثر مترجمین نے یہاں قریبی مراد لے کر بھولنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر کے بیٹھے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں وہ تراجم ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو

(۲)۔ انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا۔

(۳)۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انہیں بھلا دیا۔

(۴)۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے ان کو بھلا دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی حضرت ابن عباس کا قول نقل کرتے ہیں: اوننسا ھا:نتر کھا (یہ اسے چھوڑ دیتے ہیں(۸)) نسیناکم: ترکنا کم۔ ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔(۹) نسواللہ: ترکو اطاعۃ اللہ (خدا کی فرماں برداری ترک کر دی فنسیھم :ترکھم من ثوابہ و کرمہ۔ خدا نے بھی اپنے ثواب دینے اور بخشش کا اجر عطا کرنے سے ان کو چھوڑ کر دیا۔(۱۰)

مولانا احمد رضا خاں نے ایسا ترجمہ کیا جو ایک طرف تقدیس الٰہی کا عکاس ہے تو دوسری طرف فن بلاغت کے بدائع معنوی کی صنعت ایہام کا مظہر ہے جس سے ترجمہ میں دل کشی اور جاذبیت نمایاں ہو رہی ہے ملاحظہ ہو وہ ترجمہ:

''وہ اللہ کو چھوڑ بیٹھے تو اللہ نے انہیں چھوڑ دیا''

(4) اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔(۱۱)

ہدایت کے دو معنی ہیں:

(۱)۔ ایصال الی المطلوب (مطلوب تک پہنچانا)

(۲)۔ ارأۃ الطریق (راستہ دکھانا)

ان دونوں معنی میں یہ فرق ہے کہ پہلا مطلوب تک پہنچانے کو لازم ہے۔ بخلاف دوسری دلالت کہ جو مطلوب کی طرف جانے والے راستے پر ہو لازمی نہیں کہ وہ اس راستے سے پہنچانے والی بھی تو وہ مطلوب تک کیسے پہنچائے گی۔ اس آیت کے ترجمے میں جن مترجمین نے قریبی معنی ارأۃ الطریق (راستہ دکھانا) لیتے ہیں وہ ملاحظہ ہوں:

(۱)۔ بتلا ہم کو سیدھی راہ

(۲)۔ بتلایئے ہم کو راستہ سیدھا

(۳)۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا

(۴)۔ ہم کو دین کا سیدھا راستہ دکھا

(۵)۔ ہمیں سیدھی راہ دکھا

یہ دعا کافی نہیں کیوں کے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے کفار کو سیدھی راہ بتائی ہے ھدی للناس سے یہ واضح ہے بلکہ

کامل دعا یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پہ چلا یعنی اس پر ثابت قدم رکھ۔اس نکتہ کے پیش نظر مولانا احمد رضا خاں اراۃ الطریق کی بجائے ایصال الی المطلوب کے تحت ترجمہ کیا ملاحظہ ہو:

''ہم کو سیدھا راستہ چلا''

مذکورہ ترجمہ میں بھی صنعت ایہام کا عملی اطلاق کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔

(5) فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَيۡهِ۔(۱۲)

''قدر یقدر'' دو معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱)۔اس کا ایک قریبی معنے ہے قادر ہونا،(۲)۔اس کا بعیدی معنی ہے تنگی کرنا۔اس آیت میں جن مترجمین نے اس کا قریبی معنی مراد لیا ان کے تراجم ملاحظہ ہوں:

(۱)۔پھر سمجھا نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔

(۲)۔اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے۔

ان تراجم سے ایک طرف ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان پر قابو نہیں پاسکے گی (معاذ اللہ) یہ خیال ایک عام مسلمان تو کجا حضرت یونس علیہ السلام کا کیسے ہو سکتا ہے جو صریحاً عقیدہ توحید کے منافی ہے تو دوسری طرف مترجمین فن بلاغت کے صنائع معنوی کی صنعت ایہام سے ناآشنا ہیں جس کی وجہ سے ان تراجم میں یہ نقص وارد ہوا۔

''قدر یقدر'' کا بعیدی معنی ''تنگی کرنا'' لیا جائے تو ایک طرف عقیدے کا سقم بھی دور ہو جائے گا تو دوسری طرف اس ترجمے میں دل کشی اور جاذبیت بھی محسوس ہو گی۔جبکہ اس ترجمے کی تائید درج ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے:

(۱)۔اِنَّ رَبِّيۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ سبا:۳۶)

(۲)۔اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ الرَّعۡد: ۲۶)

(۳)۔اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِيۡل: ۳۰)

(۴)۔اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ الۡقَصَص: ۸۲)

(۵)۔اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ الۡعَنۡكَبُوۡت: ۶۲)

(۶)۔اِنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ الرُّوۡم: ۳۷)

(۷)۔قُلۡ اِنَّ رَبِّيۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ سبا:۳۶)

(۸)۔يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ۔(سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰى: ۱۲)

اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت مولانا احمد رضا خاں کے پیش نظر اصول دین، مذکورہ آیات، لغت اور بلاغت کے صنائع

بدائع کی صنعت ایہام پیشِ نظر تھی جس کی وجہ سے ان کا ترجمہ ایک طرف اصولِ دین کی بھرپور عکاسی کر رہا تو دوسری طرف اسے قرآنی آیات کی تائید بھی حاصل ہے مزید یہ کہ ترجمہ میں صنعتِ ایہام کو بھی خوب برتا گیا ہے ملاحظہ ہو وہ ترجمہ:

تو گمان کیا (یونس علیہ السلام نے) کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے۔

(6) رَبَّنَآ اِنِّیۡٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ۔(۱۳)

اس آیت میں لفظ ''واد'' کے دو معنی ہیں ایک قریبی معنی ''وادی'' جبکہ دوسرا بعیدی معنی ندی نالہ ہے وہ تراجم جس میں صنعت ایہام سے گریز کیا گیا ہے وہ ملاحظہ ہوں:

(۱)۔وادی بے زراعت۔

(۲)۔بے کھیتی وادی۔

(۳)۔بے آب و گیاوادی۔

ان تراجم کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مذکورہ تراجم میں ''واد'' کا قریبی معنی لیا گیا ہے۔

''واد'' کے بعیدی معنی پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

المنجد کے مطابق الوادی: پہاڑوں یا ٹیلوں کے درمیان کا فاصلہ جو سیلاب کے بہنے کی جگہ۔فیروز اللغات کے مطابق نالے یا دریا کے سیلابی پانی کی گذرگاہ۔علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کے معنی یقین کرنے کے لیے حضرت ابن عباس کا یہ قول نقل کرتے ہیں ''شاطی الوادی'' ندی کا کنارہ۔اگر ہم کسی پہاڑی علاقے کا سفر کریں تو ہمیں راستے میں کئی برساتی ندی نالے مشاہدے میں آئیں گے۔اسی طرح خانہ کعبہ کی چھت پر برساتی پانی کی نکاسی کو پرنالہ کہتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ وادی سے مراد پہاڑوں کے درمیان نشیبی جگہ جہاں سے برساتی پانی گذرتا ہے۔اگر برساتی پانی کا بہاؤ زیادہ وسیع ہے تو اسے ندی کہتے ہیں اور اگر برساتی پانی کا بہاؤ ندی سے کم ہے تو اسے چھوٹی ندی کی بجائے نالہ کہا جاتا ہے اگر نالے کا آسان ترجمہ کیا جائے تو اس کا معنی ہوگا چھوٹی ندی ان حقائق کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ''وادی'' کا اطلاق جغرافیہ کے لحاظ سے ندی نالے پر ہوتا ہے۔

حقیقت کی نگاہ سے مشاہدہ کیا جائے تو کعبہ کی دونوں جانب ہموار، بنجر اور نشیبی جگہ ہے جس پر میدان، جنگل، صحرا، دریا اور بڑی ندی کا اطلاق خلاف واقعہ ہے اس چھوٹے نشیبی علاقے کے نام کی نشاندہی کے لیے تمام لغات کا مطالعہ کیا جائے تو حسبِ حال اس کے لیے صرف اور صرف ایک ہی نام ملے گا وہ ہے ''نالہ'' جو لغوی اور حقیقی اعتبار سے نہ صرف مناسب ترین ہے بلکہ حسبِ حال بھی ہے۔اس پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں نے ''واد'' کا ترجمہ کرتے ہوئے نہ صرف لغت، ارضیات اور جغرافیہ کو پیش نظر رکھا بلکہ صنائع معنوی کی صنعتِ ایہام کو بھی خوب برتا جو نہ صرف ادبی بلاغت کی نمائندگی کر رہا ہے بلکہ حسبِ حال

بھی ملاحظہ ہو:

اے میرے رب میں نے کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔

(7) قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ۔(۱۴)

صنعت ایہام کے لحاظ سے ''قتل'' کے دو معنی ہیں ''مارے گئے'' معنی قریب پر دلالت کرتا ہے جبکہ دوسرا معنی ''لعنت کئے گئے'' معنی بعید پر دلالت کرتا ہے جن مترجمین نے اس کے معنی قریب لیے تو ان کے تراجم پر یہ اثرات مرتب ہوئے:

(۱)۔ کہ (اس) گڑھے والے مارے گئے۔

(۲)۔ مارے گئے گڑھے والے۔

(۳)۔ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے۔

(۴)۔ ہلاک ہوئے ایندھن بھری آگ کی کھائی والے۔

ایسا محسوس ہوتا کہ ان مترجمین نے قرآنی فصاحت وبلاغت اور عربی محاورے سے صرف نظر کیا۔ اور قلت علم کی وجہ سے انہیں بدائع معنوی کی صنعت ایہام کی معرفت حاصل نہیں ہوئی۔ قتل کے معنی بعید کے بارے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ قتل کا مطلب یہ ہے کہ ان پر خدا کی لعنت پڑی(۱۵)۔ علامہ عزیز الحق کوثر ندوی رقم طراز ہیں کہ قتل الانسان ما اکفرہ (عبس) ''قتل الانسان'' یہ انتہائی بے زاری کو ظاہر کرتا ہے عرب اپنے محاورے میں ایسے موقع پر ''قتل فلان'' کہا کرتے جس کا مفہوم اردو زبان میں اس طرح ہوگا کہ احسان فراموش، ان پر اللہ کی مار(۱۶)۔ حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ ''قاتلَھُم اللہ لعننھم'' (خدا ان پر لعنت کرے)۔(۱۷)

قتل کا قریبی ترجمہ نہایت آسان ہے جب کہ اس کا بعیدی معنی وہی ہستی لے سکتی ہے جسے عربی محاورے، قرآنی بدائع معنوی کے ساتھ ساتھ تفسیری اقوال کی بھی معرفت ہو۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت دکھائی دیتی ہے جنہوں نے صنعت ایہام، عربی محاورے اور قول ابنِ عباس کو اس آیت کے ترجمے میں خوب برتا۔ اسی وجہ سے آپ نے قتل کے قریبی معنی کی بجائے بعیدی معنی ''لعنت'' لیے جس سے قرآنی علوم پر آپ کی علمی گیرائی وگہرائی کا پتہ چلتا ہے وہ ادبی اور صنعت ایہام کا حسین مرقعہ ملاحظہ ہو:

کھائی والوں پر لعنت ہو۔

صنعت مشاکلت:

صنعتِ مشاکلت کا شمار علم بدیع کے بدائع معنوی میں ہوتا ہے۔ صنعت مشاکلت یہ ہے کہ ایک ہی مادے کے الفاظ جو اپنی صورت اور حرکات کی بنیاد پر تو ایک جیسے ہوں مثلاً، مکر، کید اور ضل وغیرہ۔ اس کے باوجود یہ الفاظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے کئی معنوں کے حامل ہیں۔ عرب کے فصحا اور بلغاء اپنی گفتگو کے علاوہ قصائد میں دِل کشی اور خارجی حسن سے مزین کرنے کے لیے

صنعت مشاکلت کا عام طور پر استعمال کیا کرتے تھے جس سے ثابت ہوا کہ مشاکلت کا استعمال بالعموم نثر و نظم دونوں میں کیا جاتا ہے۔ جس کی کئی امثال قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں۔

وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ۔(۱۸)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ''مکر'' علم بدیع کی صنعت مشاکلت کو ظاہر کر رہا ہے۔ ''مکر'' کی نسبت یہودیوں کی طرف کی گئی ہے تو دوسرے ''مکر'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ یہ لفظ دو جگہ استعمال ہوا۔ اپنی صورت کے لحاظ سے تو ایک ہے لیکن یہ کئی معنوں کا حامل ہے جیسے دھوکہ، فریب اور چال جبکہ اسی ''مکر'' کا ایک اور معنی ''خفیہ تدبیر'' کے بھی ہیں۔ اگر پہلے معنی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جائے تو یہ ذات باری تعالیٰ کے لیے محال اور اس کی شان کے صراحتاً خلاف ہے تو دوسری طرف یہ ترجمہ ظاہری اور خارجی حسن سے بھی عاری دکھائی دے رہا ہے بعض مترجم داؤ، فریب اور چال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر بیٹھے ملاحظہ ہو:

(۱)۔ اور یہودیوں نے داؤ کیا اور اللہ نے (ان سے) داؤ کیا۔

(۲)۔ اور فریب کیا ان کافروں نے اور فریب کیا اللہ نے۔

(۳)۔ اور وہ چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لیے) چال چلا۔

(۴)۔ وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ''مکر'' کے لغوی معنی فریب، چال، دھوکہ اور داؤ کے بھی ہیں لیکن ان مطالب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا خود ایمان سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے مذکورہ تراجم سے مترجمین کی اہلیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت سے ہی نہیں بلکہ وہ علم بلاغت کی صنعت مشاکلت سے بھی عاری ہیں جس کی وجہ سے وہ اعتقادی اور ادبی کوتاہی کے مرتکب ہوئے۔ اس آیت کا صحیح ترجمہ وہی مترجم کر سکتا ہے جسے اسمائے صفات باری تعالیٰ کی معرفت کے ساتھ ساتھ فن بلاغت کی صنعت مشاکلت پر بھی کامل واکمل عبور حاصل ہو۔

اگر مترجمین قرآن کی فہرست پر نظر دوڑائیں تو ہمیں صرف اور صرف مولانا احمد رضا خاں ہی وہ واحد مترجم دکھائی دیتے ہیں جنہیں نہ صرف اسمائے صفات باری تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے بلکہ فن بلاغت پر بھی دسترس حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے ترجمے میں تقدیس الٰہی کی پاسداری نظر آتی ہے تو دوسری صنعت مشاکلت کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کے ہلاک کرنے کی خفیہ تدبیر فرمائی''

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ۔(۱۹)

تفاسیر کے مطالعہ سے سائحون کے کئی مطالب سامنے آتے ہیں مثلاً سیر وسیاحت کرنے والے، جہاد کرنے والے اور روزے دار، بعض مترجمین نے سیاحت کے لغوی معنی پر انحصار کرتے ہوئے سائحون کے درج ذیل تراجم کئے۔

(۱)۔اس کے خاطر زمین میں گردش کرنے والے۔

(۲)۔راہ میں پھرنے والے۔

(۳)۔اللہ کی خاطر سیر وسیاحت کرنے والے۔

حدیث مبارکہ میں ''سیاح امتی الصوم'' اور دوسری حدیث میں سیاحۃ امتی الصیام، کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں اسی وجہ سے حضرت ابنِ مسعود اور حضرت ابن عباس نے بھی سائحون کا مفہوم ''روزے دار'' کیا ہے(۲۰)۔ مولانا احمد رضا خاں کے سامنے تمام معنی پیشِ نظر تھے مگر مسئلہ کسی ایک معنی کو ترجیح دینے کا اور اس ترجیح پر ترجمہ کرنے کے لیے وسیع مطالعہ کی ضرورت تھی اس ضرورت کے تحت نہ صرف آپ نے مشہور عربی لغات کا مطالعہ کیا بلکہ ذخیرہ حدیث میں اس کے معنی تلاش کئے اور ساتھ ہی مفسر صحابہ کرام کے اقوال کا مطالعہ کیا اور اس منزل کو سر کرنے کے لیے آپ نے ادب کی صنعتِ مشاکلت کا بھی مطالعہ کرنے کے بعد ''سائحون'' کا ترجمہ زمین پر چلنے کی بجائے ''روزے دار'' کیا۔ یہ ترجمہ آیت کے پس منظر میں بھی درست ہے اور مقید بالحدیث بھی تو دوسری طرف بدائع معنوی کی صنعتِ مشاکلت کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔ ملاحظہ ہو وہ شاہکار ترجمہ:

''توبہ والے عبادت والے سراہنے والے روزے والے''

صنعت طباق سلبی:

اس سے مراد کلام میں ایسی مصدر کے دو افعال جمع ہوں لیکن ان میں سے ایک مثبت اور دوسرا منفی پر دلالت کرتا ہو۔ قرآن کریم میں سے ایک مثال ملاحظہ ہو:

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ O يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔(۲۱)

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ''لَا يَعْلَمُوْنَ'' اور ''يَعْلَمُوْنَ'' کا تعلق ایک ہی مصدر سے ہے، ان میں سے ایک ''لَا يَعْلَمُوْنَ'' نفی پر اور ''يَعْلَمُوْنَ'' اثبات پر دلالت کرتا ہے اس آیت کا ترجمہ بھی کرتے وقت قرآن کریم کی اس بلاغت کو ملحوظ خاطر ہونا چاہیے یعنی اردو زبان سے ایسا مصدر لایا جائے جو نفی اور اثبات دونوں پر دلالت کرتا ہو۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کا مطالعہ کرتے ہیں:

''لیکن بہت لوگ نہیں جانتے، جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیاوی زندگی''

اس ترجمے میں آپ نے نفی واثبات کے لیے صرف ایک ہی مصدر ''جاننا'' کا استعمال کیا ہے جبکہ دو افعال جمع کئے ہیں ایک نفی کا ''نہیں جانتے'' جبکہ دوسرا اثبات کا ''جانتے ہیں'' پس معلوم ہوا کہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے آپ نے صنعتِ طباق سلبی کی مظہر آیت کا ترجمہ بھی پورے اہتمام کے ساتھ صنعتِ طباق سلبی کے تحت ہی کیا ہے۔ جس کہ ترجمے میں ادبی دلکشی اور جاذبیت نمایاں ہو رہی ہے۔

طباق ایجابی:

اس سے مراد کلام میں الفاظ متضاد کے ساتھ ''حرف نفی'' کے استعمال سے گریز کیا جائے۔ جیسے اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ۔ اس صنعت کی اعلیٰ مثال یہ آیت ہے۔ ''لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ'' (۲۲)۔ ''لَهَا'' اور ''عَلَيْهَا'' دونوں متضاد ہیں اور کوئی حرف نفی بھی استعمال نہیں ہوا۔ اس آیت کا ترجمہ بھی اس حقیقت کا متقاضی ہے کہ وہ ادبی لحاظ سے صنعتِ طباق ایجابی کا کامل نمونہ ہو۔

فن بلاغت کے تناظر میں درج ذیل تراجم کا مطالعہ کرتے ہیں:

(۱)۔اسی کو ملتا ہے جو کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو کیا۔

(۲)۔اسی کو ملتا ہے جو کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا۔

ان تراجم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ''ملتا'' اور پڑتا'' متضاد الفاظ نہیں۔ اس لیے یہ تراجم فنِ بلاغت کی صنعتِ طباق ایجابی کی عکاسی کرنے سے قاصر ہیں۔

اب مولانا احمد رضا خاں کے ترجمے کی طرف ایک نظر ڈالتے ہیں:

''اس کا فائدہ ہے جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائی''۔

آپ پہلے متضاد الفاظ لائے ''فائدہ''، ''نقصان'' اور ''اچھا''، ''برا'' اور اس ترجمے میں حروف نفی سے بھی مکمل گریز کیا گیا ہے اسی طرح یہ ترجمہ طباق ایجابی کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے تو اس سے بھی بڑھ کر طباق ایجابی کی حامل آیت کا ترجمہ بدائع معنوی کی صنعت طباق کے تحت ہی کیا گیا ہے۔ جس سے ترجمے کا حسن، سلامت اور روانی نمایاں ہو رہی ہے۔

صنعت تجنیس کامل (تامہ):

کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو حروف اور اعراب میں برابر ہوں لیکن دونوں الفاظ کے معنی جدا جدا ہوں یعنی حروف و تلفظ یکساں لیکن معنی مختلف ہوں۔

(۱)۔اٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۔(۲۳)

(۲)۔وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۔(۲۴)

ان دونوں آیات ''سُلْطٰنًا'' استعمال ہوا جو حروف اور اعراب کے لحاظ سے مساوی ہے اور معنی کے لحاظ سے مختلف ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیات صنعت تجنیس کا کامل مظہر ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان آیات کا ترجمہ بھی صنعت تجنیس کامل ہی کے تحت کیا جائے۔ اس تناظر میں مولانا احمد رضا خاں پہلی آیت میں مذکور ''سُلْطٰنًا'' کا ترجمہ ''غلبہ'' کرتے ہیں جبکہ دوسری آیت میں ''سُلْطٰنًا'' کا ترجمہ ''اختیار'' کیا۔ بس معلوم ہوا آیت صنعتِ تجنیس کی حامل آیات کا ترجمہ بھی فن بلاغت کے صنائع معنوی کی صنعت تجنیس کے تحت کیا ہے یعنی ''سُلْطٰنًا'' حروف اور اعراب یکساں ہونے کی وجہ سے دو آیات میں مستعمل ہے

لیکن معنی کے لحاظ سے آپ نے ان کا ترجمہ دونوں جگہ مختلف کیا ہے۔

بدائع معنوی کا زیادہ تر استعمال ادب کی صنف نظم کے ساتھ مختص ہے اور اگر صنف نثر کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگی کہ بدائع معنوی کا استعمال اردو نثر میں معدوم ہے تاریخ ادب میں مولانا احمد رضا خاں واحد شخصیت ہیں جو نظم کے ساتھ ساتھ نثر میں بھی بدائع معنوی کا استعمال بر موقع بر محل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا کہ بدائع معنوی ان کی مادری زبان ہے جس کے برتنے میں تسلسل، روانی اور برجستگی کا نمایاں پہلو پایا جاتا ہے نثر نگاری کے اس پہلو کے تناظر میں آپ کا نہ کوئی ہمسر ہے اور نہ ثانی بلکہ بحر ادب کے آپ اکلوتے شناور ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کو نثری بدائع معنوی کا موجد کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ ان میں یہی ملکہ ہمیں کنزالایمان میں بڑی آب وتاب سے دکھائی دیتا ہے قرآن کی آیت فن بلاغت کی بدائع معنوی کی جس صنعت کی عکاسی کرتی ہے تو آپ بھی اسی آیت کا برجستہ ترجمہ اسی صنعت کے تحت کرتے دکھائی دیتے ہیں یہی وہ خوبی ہے جو حضرت رضا کو دیگر مترجمین قرآن سے ممیز وممتاز کرتی ہے کہ آپ نے قرآنی بلاغت کو کنزالایمان کے ذریعے اردو ادب میں منتقل کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔

حوالہ جات:

(۱)۔ علامہ جلال الدین سیوطی، الاتقان فی العلوم القرآن، جلد دوم، ص ۲۲۵۔

(۲)۔ سُوْرَۃُ النَّحل، آیت ۴۳۔

(۳)۔ سُوْرَۃُ المُمْتَحِنَۃ، آیت ۱۰۔

(۴)۔ الاتقان فی العلوم القرآن، جلد دوم، ص ۲۲۶۔

(۵)۔ سُوْرَۃُ الفَجر، آیت ۱۴۔

(۶)۔ سُوْرَۃُ یُوْنُس، آیت ۲۱۔

(۷)۔ سُوْرَۃُ التَّوبَۃ، آیت ۶۷۔

(۸)۔ الاتقان فی العلوم القرآن، جلد دوم، ص ۳۱۰۔

(۹)۔ الاتقان فی العلوم القرآن، جلد دوم، ص ۳۱۷۔

(۱۰)۔ الاتقان فی العلوم القرآن، جلد دوم، ص ۳۲۲۔

(۱۱)۔ سُوْرَۃُ الفَاتِحَۃ، آیت ۵۔

(۱۲)۔ سُوْرَۃُ الاَنْبِیَاء، آیت ۸۷۔

(۱۳)۔ سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْم، آیت ۳۷۔

(۱۴)۔ سُوْرَۃُ البُرُوْج، آیت ۴۔

(۱۵)۔ مولانا مودودی، تفہیم القرآن۔

(۱۶)۔ مولانا کوثر ندوی، جواہر البیان فی التفسیر القرآن، جلد اوّل، ص ۱۳۵۔

(۱۷)۔ الاتقان فی العلوم القرآن، ص ۳۱۹۔

(۱۸)۔ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن، آیت ۵۴۔

(۱۹)۔ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃ، آیت ۱۱۲۔

(۲۰)۔ مولانا قاضی عبدالرزاق بتھرالوی، تسکین الجنان، فی محاسن کنزالایمان، ص ۱۷۳۔

(۲۱)۔ سُوْرَۃُ الرُّوْم، آیت ۶،۷۔

(۲۲)۔ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ، آیت ۱۸۶۔

(۲۳)۔ سُوْرَۃُ النِّسَآء، آیت ۱۵۳۔

(۲۴)۔ سُوْرَۃُ النِّسَآء، آیت ۹۱۔

❑ ❑ ❑ ❑ ❑